Gohar e tehqeeq گوہر تحقیق
گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور

Year 2024; Vol 03 (Issue 01)
PP. 97-111   https://journals.gscwu.edu.pk/

ریاض شفیع

ایم فل۔اسکالر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف آزاد جموں وکشمیر، مظفر آباد

ڈاکٹر محمد یوسف

اسسٹنٹ پروفیسر، سربراہ شعبہ اردو، یونیورسٹی آف آزاد جموں وکشمیر مظفر آباد

ڈاکٹر عنبرین خواجہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ کشمیر اسٹڈی یونیورسٹی آف آزاد جموں وکشمیر، مظفر آباد

Riaz Shafi
M.Phil. Scholar, Department of Urdu, University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffrabad

Dr.Muhammad Yousaf
Assistant Professor, Head of Urdu Department, University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffrabad

Dr.Ambreen Khawja
Assistant Professor, Department of Kashmir Study University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffarabad

شہاب نامہ اور کشمیر: ایک مطالعہ

Shihab Nama and Kashmir:A study

ABSTRACT:

This research paper is an attempt to highlight the difrent aspect of Kashmir through Shahb Nama famous book of Qudrat Ullah Shahab. Shahab Nama is the autobiography of Qudrat Ullah Shahab. It was publised in 1986 just before his death.Qudrat Ullah Shahab (1917–1986) was an eminent Urdu writer and civil servant and well known bureaucrat of Pakistan and Sufi scholar who had a deep connection with Kashmir. He was born in Gilgit, which has cultural and historical ties with Kashmir, and later served as the chief secretary of Azad Kashmir.Shahab's writings on Kashmir are a testament to his love and understanding of the

region's culture, history, and people. He wrote extensively on the beauty of Kashmir's landscapes, the richness of its cultural heritage, and the struggles of its people.Through his works, Shahab highlighted the spiritual and philosophical dimensions of Kashmir's Sufi tradition, which emphasizes love, compassion, and unity. He also explored the region's political and social issues, including the impact of conflict and occupation on the people of Kashmir.A study of Qudrat Ullah Shahab's works on Kashmir offers valuable insights into the region's history, culture, and politics, as well as the writer's own spiritual and philosophical perspectives. It also highlights the importance of literature and storytelling in understanding the human experience and promoting empathy and understanding.Its an autobiography of an ordinary Muslim Kashmiri boy, who is intelligent enough to get into the prestigious ICS before Partition. Considered one of Urdu's most successful memoir / Autobiography, Shahabnama, is a fantastic read authored by legendary Civil Servant and Urdu writer Qudrat Ullah Shahab. He remained served on various important positions, including Secretary General Azad Kashmir, Deputy Secretary Ministry of Azad Kashmir.Shahb Nama is on the one hand the history of the entire subcontinent and on the other hand some historical,Georaphical,Social aspects of the state Jammu and Kashmir are also included in it.

Keywords: Autobiography, Shahab Nama, fantastic, legendary, Civil Servant, Qudrat Ullah Shahab

کشمیر اردو ادب کا ایک اہم موضوع ہے اور مختلف اصناف میں تخلیق کاروں نے اس موضوع کی مختلف جہات پر متنوع انداز میں لکھا ہے۔ یونانیوں، چینیوں، فرنگیوں، عربیوں، ہندوستانیوں اور دیگر مسلم و غیر مسلم اقوام عالم کی مختلف ملکی و غیر ملکی زبانوں کے کلاسیکی و جدید تذکروں میں لفظ کشمیر استعمال ہوا ہے۔ بڑے بڑے ادبا اور شعرا نے کشمیر کی خوب صورتیوں، حالات واقعات و مسائل اور کشمیری قوم کے جذبات و احساسات کو بیان کیا ہے۔ تصویر کشمیر کی تہذیب، ثقافت، سیاست، نقش و نگار اور خدوخال ابھارنے، نکھارنے اور اس پہ ہونے والے مظالم کو سامنے لانے میں اہل قلم کا نمایاں حصہ ہے۔ پروفیسر اعجاز احمد لکھتے ہیں:

> ”صاحبِ ذوق لوگوں نے کشمیر کو فردوس برروئے زمین است اور ایران صغیر کہا ہے۔ تخلیق کاروں نے کشمیر کے تہذیبی، تمدنی، سیاسی اور نفسیاتی عوامل، اس کے حسن کے دل پذیر مراقعے، ان کے مکینوں کی زندگی، ان کا حسن، کشمیر کی رومان پرور فضا، تحریک آزادی کشمیر کے ساتھ ساتھ کشمیر کے استحصال کی مختلف صورتوں کو مختلف انداز اور اصناف میں جو بیان کیا ہے، بلاشبہ دیدنی ہے۔ یہ خطہ اپنے جمالیاتی اور روحانی حسن کی وجہ سے قدرت کی فیاضی کی بہترین مثال ہے۔ اس کا حسن دیکھنے والے کو مبہوت کر دیتا ہے۔ جس سرزمین کو قدرت نے اس قدر فراواں حسن بخشا ہوا ہے اور جس کے لینڈ اسکیپ پوری دنیا میں منفرد اور اپنی مثال آپ ہوں اس کے مناظر کا ادب میں موضوع بننا قدرتی اور فطرتی بات ہے۔“[1]

قدرت اللہ شہاب نے اپنی شہرہ آفاق تخلیق ’شہاب نامہ‘ میں کشمیر کی مختلف جہتوں کو بیان کیا ہے۔ قدرت اللہ شہاب کا تعلق

بھی کشمیر سے ہی تھا اس لیے ان کی کتاب 'شہاب نامہ' میں کشمیر کو کیسے فراموش کیا جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر احمد فاروق مشہدی لکھتے ہیں:

"شہاب کی سب سے معروف کتاب 'شہاب نامہ' ہے جو ۱۹۸۷ میں شائع ہوئی۔ یہ ان کی سوانح عمری ہے جو اتنی مقبول ہوئی کہ اب تک اس کے بہت سے ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اس میں ان کی ذاتی زندگی کے علاوہ ان کے عہد اور پاکستان اور کشمیر کے سیاسی اور سماجی احوال بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ چونکہ وہ طویل عرصے تک ایوان اقتدار کا حصہ رہے، اس لیے انھوں نے ہماری قومی زندگی کے سیاسی نشیب و فراز خوب اجاگر کیے ہیں۔ شہاب نامہ کے جملوں کی ساخت سادہ مگر قلم کی کاٹ بڑی تیز ہے۔ طنز، شگفتگی اور شوخی اور ایجاز و اختصار کے باوجود جامعیت اور افسانے کو حقیقت اور حقیقت کو افسانہ بنا دینے کا ہنر 'شہاب نامہ' کو ایک ایسی دستاویز بنا دیتا ہے جو بظاہر ایک تاریخ ہے مگر افسانے سے زیادہ دل کش ہے۔ اسی کتاب میں انھوں نے 'چھوٹا منہ بڑی بات' کے عنوان سے اپنی اس روحانی زندگی سے بھی پردہ ہٹایا ہے جو کچھ لوگوں کی نظر میں ان کو ولی بنانے کے لیے کافی ہے اور کچھ کے نزدیک محض خود فریبی اور ڈھکوسلہ ہے۔"۲

جنرل ٹھاکر جنک سنگھ کے الفاظ جو اس نے جموں کے عجائب گھر کے باہر قدرت اللہ شہاب کے سال ۱۹۴۱ میں انڈین سول سروس (ICS) کے امتحان میں کامیاب ہونے کی خبر سننے پر کہے تھے۔ ملاحظہ کیجیے:

"مسلمان ہے تو کیا ہوا، نام تو جموں کشمیر کا ہی چمکے گا۔ اس سال ہندوستان کی کسی دوسری ریاست سے اور کوئی امیدوار آئی سی ایس میں کامیاب نہیں ہوا"۔ (۳)

قدرت اللہ شہاب ۱۹۲۰ء گلگت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سری نگر اور جموں سے حاصل کی۔ خالصہ ہائی سکول ابنالہ سے میٹرک کیا، بی ایس سی پرنس آف ویلز کالج جموں سے کی۔ ۱۹۴۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (انگریزی) کی ڈگری لی۔ اسی سال انڈین سول سروس (ICS) کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔ ابتداء میں بہار، اڑیسہ اور بنگال میں خدمات سرانجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد پہلے حکومت آزاد کشمیر کے سیکرٹری جنرل اور پھر وزارت امور کشمیر کے ڈپٹی سیکرٹری رہے۔ اس کے علاوہ وزارت اطلاعات و نشریات میں ڈپٹی سیکرٹری، ضلع جھنگ کے ڈپٹی کمشنر اور پنجاب کے ڈائریکٹر صنعت و حرفت رہے۔ ۱۹۵۴ میں گورنر جنرل کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ اس عہدے پر آپ نے ایوب خان کے دور تک ملک غلام محمد، سکندر مرزا اور ایوب خان کے ادوار کو قریب سے دیکھا اور اپنے مشاہدات مشہور آپ بیتی 'شہاب نامہ' میں تحریر کیے۔ ۱۹۶۷ء میں سیکرٹری وزارت تعلیم مامور ہوئے۔ یحییٰ خان کے برسر اقتدار آنے پر سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور یونیسکو سے وابستہ ہو گئے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے برسر اقتدار آنے پر دوبارہ وزارت تعلیم کے سیکرٹری اور بعد ازاں ثقافتی ڈویژن کے سیکرٹری رہے۔ آپ کی قابل ذکر تصانیف میں "یا خدا"، "نفسانے"، "ماں جی"، "سرخ فیتہ" اور "شہاب نامہ" شامل ہیں۔ شہاب نے پاکستان رائٹرز گلڈ کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ شہاب نامہ" ایک اہم اور دل چسپ آپ بیتی ہے۔ اس کی اہمیت مختلف حوالوں سے ہے۔ یہ نہ صرف اردو کے غیر افسانوی ادب کا شاہ کار نثری پارہ ہے بلکہ اپنے عہد کا ایک اہم سیاسی و تاریخی

مرقع بھی ہے۔ یہ ایک ایسی دستاویز ہے جس میں بیسویں صدی کے تمام اہم سیاسی و تاریخی انقلابات کو الفاظ کے کیمرے میں قید کیا گیا ہے۔ مسئلہ کشمیر اور اس کی تاریخ پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ بلال احمد لکھتے ہیں:

''قدرت اللہ شہاب نے شہاب نامہ میں کشمیریوں کی سیاسی ابتری، معاشی بد حالی، ڈوگرہ راج کی ناانصافیوں اور ناہمواریوں کو بھی بڑی تفصیل اور دردمندی سے مختلف ابواب و عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔ کشمیریوں کے روزی روٹی کی تلاش میں اپنی جنت نما سرزمین کو خیر آباد کہہ کر پنجاب اور دور دراز کے علاقوں میں محنت و مشقت کے لیے نکل پڑنے اور اپنی تمام تر توانائیوں کو صرف کر کے اپنی جمع پونجی کے ساتھ اپنے وطن عزیز کو لوٹنے اور پھر جگہ جگہ ریاستی کارندوں کے ہاتھوں لٹ جانے کی داستان خونچکاں کو نہایت دکھ بھرے لہجے میں بیان کیا ہے: قدرت اللہ شہاب کا بچپن جموں شہر کے اسکولوں اور وہاں کے گلی کوچوں میں اپنے بچپن کے ہم نوائوں کے ساتھ عیش و عشرت میں گزرا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جموں و کشمیر ڈوگرہ حکمرانوں کے زیر نگیں تھا اور ریاست کے مسلمانوں کے حالات ناگفتہ بہ تھے۔ انھوں نے اپنے بچپن کے حوالے سے جو تفصیلات بہم پہنچائی ہیں اس سے ان کی نفسیات اور ان کے مزاج کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے نیز اس وقت کے جموں شہر کا نقشہ بھی اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ قدرت اللہ شہاب نے جموں شہر کے گلی کوچوں، وہاں کے بازاروں نیز ان اسکولوں اور کالجوں جہاں انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی، کا ذکر جس دل چسپ انداز میں کیا ہے وہ جموں سے ان کی گہری عقیدت اور محبت کا مظہر ہے۔ انھوں نے اس دور کی یادوں کو جن الفاظ کے ذریعے سے صفحۂ قرطاس پر اتارا ہے وہ محبت اور ہمدردی کے گہرے احساس میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کے در وبست سے اپنائیت کی خوشبو دار بوندیں ٹپکتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ان میں شدت تاثیر کے ساتھ ساتھ ایک متاع بے بہا کے کھو جانے کا شدید رنج بھی ہے۔ ان الفاظ کی تہوں میں جھانکنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ اعلا سرکاری دفتروں، صدارتی محلوں، سفارت خانوں اور مشرقی و مغربی ممالک کے سرکاری دوروں میں بسر کرنے کے باوجود جموں کی یادیں ان کے دامن دل سے ہمیشہ وابستہ رہیں۔''(۴)

کشمیریوں کی معاشی ابتری کے حوالے سے قدرت اللہ شہاب سے یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''حضرت آدم تو دانہ گندم کی پاداش میں خلد سے نکلے تھے لیکن ڈوگرہ راج میں کشمیری مسلمان دانہ گندم کی تلاش میں اپنی جنت ارضی سے نکلنے پر مجبور تھا۔ سردیاں آتے ہی وہ گلمرگ، گاندھر بل، اچھابل، تراگ بل، بانڈی پور اور پانپور کے کوہساروں اور مرغزاروں سے نکل کر پنجاب کی دور دراز منڈیوں میں پھیل جاتے تھے۔ دن بھر غلے اور لوہے اور کپڑے کی باربرداری کرتے تھے۔ بسوں اور تانگوں کے اڈوں پر سامان ڈھوتے تھے۔ لکڑی کے ٹالوں پر لکڑیاں پھاڑتے تھے اور شام کو مرغی کے بچوں کی طرح چھوٹے چھوٹے گروہوں میں اکٹھے بیٹھ کر کچھ چاول ابال لیتے تھے۔ اس طرح خون پسینہ ایک کر کے گرمیوں میں جب وہ کچھ نقدی بچا کر اور دو ڈھائی من سامان پیٹھ پر لاد کر اپنی جنت گم گشتہ کی طرف واپس لوٹتے تھے۔ کہیں کسٹم والے ان کا مال لوٹتے تھے۔ کہیں کوئی ڈوگرا سردار بر سر عام ڈرا دھمکا کر ان کی پونجی ہتھیا لیتا تھا۔ کہیں پولیس اور محکمہ مال کے اہلکار انہیں سر راہ پکڑ کر کئی کئی دن کئی کئی ہفتے مفت کی بیگار میں لگائے رکھتے تھے''(۵)

"اقبال جرم "یعنی ابتدائیہ کے بعد شہاب نامہ کی باقاعدہ ابتداء "جموں میں پلیگ " کے عنوان سے ہوتی ہے۔ جموں ریاست کشمیر کا ایک اہم ترین شہر ہے۔ اسی نسبت سے ریاست کا پورا نام "ریاست جموں وکشمیر " ہے۔ جموں میں طاعون کی وباء کا ذکر کرتے ہوئے شہاب نے طاعون کی تباہ کاریوں، جوان اموات، لوگوں کی لاچارگی، بے بسی اور گھروں کے اُجڑنے کا احوال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کہیں ان کی حسِ ظرافت اور زندہ دلی جھلکتی ہے اور کہیں لوگوں کی سادگی اور سادہ دلی ٹپکتی ہے۔ اسی طرح "ننده بس سروس" کے عنوان کے تحت شہاب طاعون کی وباء کے باعث جموں چھوڑ کر سری نگر جانے کے سفر کے احوال بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ بس کے روایتی انداز اور اس زمانہ کی سفری صعوبتوں کا تذکرہ ہے۔ مگر اسی سفر میں وہ راستے میں کشمیری "ہاتو" کا ذکر جس دردمندی سے کرتے ہیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں:

"کشمیری مسلمانوں کا مال ومتاع تو ہر وقت ریاست کے اہلکاروں کے خفیہ نویسوں، رئیسوں اور جاگیرداروں کے رحم وکرم پر رہتا ہی تھا، اس غریب کی جان بھی اپنی سرزمین میں بے حد ارزاں تھی، ایک زمانے میں کشمیری مسلمان کی زندگی کی قانونی قیمت مبلغ دو روپے تھی۔ اگر کوئی سکھ یا ڈوگرا کسی مسلمان کو جان سے مار ڈالتا تھا، تو عدالت قاتل پر سولہ سے بیس روپیہ تک جرمانہ عائد کر سکتی تھی۔ دو روپے مقتول کے لواحقین کو عطاء ہوتے تھے اور باقی رقم خزانہ عامرہ میں داخل ہوتی تھی "(۲)

چمکور صاحب "راج کرو گا خالصہ، باقی رہے نہ کوئی" کے عنوانات میں شہاب نے ایک طرف تو کشمیر میں ہندو مسلم اور سکھ تہذیب و تمدن کے نمایاں خدوخال بیان کیے ہیں وہاں یہ بات بھی ظاہر کی ہے کہ کس طرح مسلمان تعلیم، معیشت اور معاشرت میں ہندوؤں اور سکھوں سے پیچھے تھے اور مسلمان کو جگہ جگہ ان کے ظلم و جبر کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے تعلیم کے دروازے بند تھے اور اگر کوئی مسلمان ہمت کر کے سکول میں داخل ہو جاتا تو کس طرح اس کے ساتھ تعصب کا رویہ اختیار کیا جاتا تھا اور اس کا پڑھنا ناممکن ہو کر رہ جاتا تھا۔ شہاب جنھوں نے پہلے جموں کی نسبت سے رونق جموی اور پھر جعفر چمکوری تخلص رکھا تھا۔ شہاب نامہ کے عنوان "مہاراجہ ہری سنگ کے ساتھ چائے" کے ذیل میں شہاب نے ڈوگرہ عہد کے ظالمانہ احوال کے ساتھ اپنے والد کی تعلیمی و علمی قابلیت، سرسید احمد خان کی تحریک علی گڑھ کا ذکر بھی کیا ہے۔ جس میں انھوں نے گلگت میں اپنے والد کے اٹھارہ بیس سالہ قیام اور سارے بہن بھائیوں کی پیدائش اور پھر ملازمت سے سبکدوشی اور جموں میں مستقل قیام کا احوال بیان کیا ہے۔ اسی باب میں وہ کشمیری مسلمانوں کی سوئی ہوئی قسمت کی قدرے بیداری اور "ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن" کے حوالہ سے چوہدری غلام عباس اور شیخ عبد اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر انھی دو ر ہنماؤں کی ازاں بعد "آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس" کے قیام، چوہدری غلام عباس اور شیخ عبد اللہ کی سیاسی سرگرمیوں اور رفتہ رفتہ دونوں کے نظریات کے بدلاؤ بلکہ الگ الگ ہو جانے کو بیان کرتے ہیں۔ مسئلہ کشمیر کے ان دو کرداروں پر قدرت اللہ شہاب نے بھی "شہاب نامہ" میں اپنے مخصوص اسلوب میں بات کی ہے۔ قدرت اللہ شہاب نہایت ہی جامع انداز میں چودھری غلام عباس اور

شیخ محمد عبداللہ کی عادات واطوار، طرز سیاست، انداز فکر، فہم و فراست، اندرونی خلفشار اور شخصیت کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں۔ بلال احمد نے درست لکھا ہے:

''شہاب نامہ'' کے ابتدائی ابواب میں دو کہانیاں ایک ساتھ آگے بڑھتی ہیں۔ ایک کا تعلق مصنف کی نجی زندگی سے ہے اور دوسری اس وقت کے جموں و کشمیر کے سیاسی منظر نامے پر مشتمل ہے۔ دوسری کہانی میں اس وقت کے جموں و کشمیر کے سیاسی منظر نامے اوراس وقت کی ریاست کی صورت حال کا عالمانہ تجزیہ کیا گیا ہے۔ چودھری غلام عباس اور شیخ محمد عبداللہ کے دل چسپ خاکے کھینچے گئے ہیں۔ ڈوگرہ مہاراجائوں کی ناخواندگی، شدت پسندی، بد اخلاقی اور ریاست کے مسلمانوں کے ساتھ ان کے متعصبانہ رویّے کی سچی عکاسی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جموں کشمیر کے مسلمانوں کی پس ماندگی اور بے سر وسامانی کے ساتھ ساتھ ان کی سادگی، افلاس، ناداری اور مظلومیت کی داستان کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس داستان کو مورخ یا کہانی کار بن کر نہیں بلکہ ایک ہمدرد اور محسن بن کر بیان کیا گیا ہے۔ قدرت اللہ شہاب نے چودھری غلام عباس اور شیخ محمد عبداللہ کا تذکرہ اس انداز میں کیا ہے کہ قاری کی آنکھوں کے سامنے ان دونوں سیاسی رہنمائوں کی زندگی کا اصل نقشہ اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ آپ بیتی کے جس حصے میں ان دو سیاسی رہنمائوں کی سیاسی زندگی کا تجزیہ کیا گیا ہے وہ دل چسپ ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخی اہمیت کا بھی حامل ہے۔''(۷)

چوہدری غلام عباس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''چودھری غلام عباس کی شخصیت اور سیاست صدق، خلوص، دیانت اور امانت کا مرقع تھی۔ سچی بات دوٹوک کہہ دینا ان کی طبیعت ثانی تھی۔ اس لیے اپنے بھی ان سے خفا تھے بیگانے بھی ناخوش۔ چودھری صاحب کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ یہ جنس نایاب ہماری سیاست کے مزاج کی ضد تھی۔ اس لیے ذہنی تصادم کا میدان کارزار ہر وقت گرم رہتا تھا"(۸)

اسی طرح شیخ عبداللہ ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اس کے برعکس شیخ محمد عبداللہ سیاست کے کباڑ خانے میں بے پیندے کا لوٹا تھے۔ مسلم کانفرنس سے ناطہ توڑ کر شیخ صاحب نے نیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی، تو پہلے اس کے اُسترے سے اپنی خوبصورت داڑھی کا صفایا کیا، اور پھر اُس قضیہ کشمیر کی خشت اول بھی رکھ دی جو آج پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک خطرناک ناسور کی رس رس کر بہہ رہا ہے۔''(۹)

قدرت اللہ شہاب نے چوہدری غلام عباس اور شیخ عبداللہ کی "ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن" کے ذریعے سیاسی زندگی کے آغاز سے لے کر "جموں وکشمیر مسلم کانفرنس" کے قیام اور ازاں بعد چوہدری غلام عباس کے مسلم کانفرنس سمیت قائداعظم محمد علی جناح کے نظریہ پاکستان اور شیخ عبداللہ کے نیشنل کانفرنس کے قیام اور مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو سے ذہنی ہم آہنگی اور قرب کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"یہ وہ زمانہ تھا، جب جموں اور کشمیر کے مسلمانوں کی صدیوں سے خوابیدہ قسمت انگڑائی لینے لگی تھی۔ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کے پردے میں چودھری غلام عباس نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کر دیا تھا۔ شیخ محمد عبداللہ نے بھی سرینگر میں ایسوسی ایشن کی برانچ کھول کر سیاست کے خارزار میں پہلا قدم رکھ دیا تھا۔ مسلمانان ریاست کے افق پر دونوجوان

تیزی سے ابھرے، اور دیکھتے ہی دیکھتے سیاسی آسمان پر پوری تابانی سے چھا گئے۔چند برس بعد آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی، تو چودھری غلام عباس اور شیخ محمد عبداللہ کی جوڑی اس کی روح رواں تھی لیکن جیسے جیسے برصغیر کی سیاست میں پاکستان کا نظریہ اُبھر تا گیا، ویسے ویسے ان دونوں لیڈروں کے راستے بھی ایک دوسرے سے الگ ہوتے گئے، چودھری صاحب نے مسلم کانفرنس سمیت قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں نظریہ پاکستان کا راستہ اختیار کر لیا۔ شیخ صاحب نیشنل کانفرنس کا ڈیڑھ اینٹ کا مندر الگ بنا کر مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو کے چرنوں میں جا بیٹھے"۔(۱۰)

مندرجہ بالا اقتباس میں قدرت اللہ شہاب نے اردو کے مشہور محاورے "ڈیڑھ اینٹ کی مسجد" کے بجائے "ڈیڑھ اینٹ کا مندر" درج کیا ہے جو شیخ عبداللہ کی مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو کی ہندوانہ سوچ سے ہم آہنگی اور کشمیر پر ہندو راج کے تسلط کی راہ ہموار کرنے کی طرف انتہائی چبھتا ہوا طنز ہے جو شہاب کی ہنر مندانہ دانش مندی اور چابکدستی کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ سیاسی جدوجہد کے اسی تناظر میں مزید لکھتے ہیں:

"مسلم کانفرنس کے ابتدائی دور میں چوہدری غلام عباس اور شیخ محمد عبداللہ والد صاحب کے پاس بڑی کثرت سے آیا کرتے تھے۔ریاستی مسلمانوں کی زبوں حالی، ان کے حقوق اور مطالبات کے متعلق کبھی مہاراجہ کو میمورنڈم بھیجنا ہوتا تھا، کبھی وزیراعظم کو، کبھی ریذیڈنٹ کو، علامہ اقبال کو باخبر رکھنے کے لیے ان کے نام بھی طویل مراسلے تیار کیے جاتے تھے"(۱۱)

آگے چل کر شہاب لندن کے ایک بین الاقوامی مقابلہ مضمون نویسی کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں انھوں نے بھی مضمون تحریر کیا تھا اور وہ اول آئے تھے۔ ان کی اس کامیابی کی خبر اخبار میں شائع ہونے پر اُن کے اعزاز میں انہیں ریاست کشمیر کے حکمران مہاراجہ ہری سنگھ نے چائے پر مدعو کیا۔ وہ نہایت دلچسپ انداز میں اس وقت کے ڈوگرہ حکمرانوں کے طرز حکومت، شاہی گیری، عیاشیوں اور امور مملکت کی ابتر اور دگرگوں حالت کا احوال بیان کرتے ہیں۔ شہاب نامہ کا "آزاد کشمیر" کے عنوان سے تحریر کردہ باب کشمیر کے حوالہ سے انتہائی اہم اور حیرت انگیز ہے۔ شہاب نے اس عنوان کے تحت اگرچہ اپنی آزاد کشمیر حکومت کے پہلے سیکرٹری جنرل (جسے اب چیف سیکرٹری کہا جاتا ہے) کی تعیناتی کا احوال بیان کیا ہے مگر اس باب میں انہوں نے کشمیر کی ساری ابتدائی تاریخ اور تحریک آزادی کشمیر کا سارا پس منظر اور پیش منظر سمو دیا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

"ریاست جموں و کشمیر کی تاریخ بڑی پرانی ہے۔اس کے چار ہزار سال کے واقعات و روایات کا کچھ حصہ "راج ترنگنی" کی کلاسیکی سنسکرت میں درج ہے۔اس کے برعکس تحریک آزادی جموں و کشمیر کی داستان اگرچہ ظاہری طور پر ۱۹۲۵ء سے شروع ہوتی ہے، مگر تاحال ادھوری ہے۔اس کے باوجود تحریک آزادی کشمیر کی ساٹھ سالہ داستان کئی لحاظ سے "راج ترنگنی" کے ہزاروں سال پر بھاری ہے، جدوجہد آزادی کی اس تحریک کے ایک ایک پہلو پر ایک مستند اور مکمل "راج ترنگنی" تصنیف ہو سکتی ہے۔"(۱۲)

ریاست جموں وکشمیر کی ابتدائی تاریخ اور تحریک آزادی کے ساتھ ساتھ ۱۶مارچ ۱۸۴۶ء کے معاہدہ امرت سر جس کے ذریعہ انگریزوں نے ریاست جموں وکشمیر کا سوداڈوگرہ گلاب سنگھ کے ہاتھ ۷۵ لاکھ نانک شاہی روپوں میں کیا گیا تھا، اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"ریاست کا رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل تھا۔ اس نرخ پر یہ سرزمین رشک فردوس بریں تقریباً ۱۵۵روپے فی مربع میل یا موجودہ زمانے کے ایک روپیہ میں تقریباً ۲۰۷ مربع گز پڑا اٹھی۔ اس وقت کی آبادی کے حساب سے انسانوں کی قیمت تقریباً سات یا سوا سات روپے فی کس پڑی"[۱۳]

شہاب نے ڈوگرہ حکمرانوں کی شخصیت، ذاتی کردار اور طرز حکمرانی کا خاکہ بڑی فصیح انداز میں کھینچا ہے اور اس وقت کے کشمیری مسلمانوں کی حالت زار اور ڈوگرہ حکمرانوں کی عیاشیوں، بداعمالیوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ ۱۳جولائی ۱۹۳۱ کے دل خراش واقعہ اور ۲۷ کشمیریوں کی ہلاکت اور اس واقعہ کے بعد کشمیر کے حوالہ سے لاہور میں خان بہادر رحیم بخش سیشن جج کی رہائش گاہ پر مشاورتی اجلاس ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ کو "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کے قیام کے حوالہ سے منعقد ہوا جس میں علامہ محمد اقبال، نواب سر ذوالفقار علی، خواجہ حسن نظامی، نواب کنج پورہ، نواب باغپت، سید محسن شاہ، خان بہادر، شیخ رحیم بخش، عبدالرحیم درد، سب حبیب، اسماعیل غزنوی، صاحبزادہ عبداللطیف اور اے آر ساغر اور میرک شاہ شریک ہوئے۔ مرزابشیر الدین محمود کے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بننے اور قادیانیوں کے پروپیگنڈہ اور قادیانیت پھیلانے اور اسی تناظر میں علامہ اقبال کے اس کمیٹی سے علیحدگی اختیار کرکے مجلس احرار کی تحریک کی سرپرستی کرنے کا احوال درج کر رکھا ہے۔ قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں:

"یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ 14 اگست 1931 کو پہلی بار "کشمیر ڈے" منایا گیا تھا۔ عین سولہ برس بعد 1947 میں اسی تاریخ کو پاکستان کا قیام بھی وجود میں آیا۔ اب 14 اگست کو ہر سال "پاکستان ڈے" منایا جاتا ہے لیکن یوم پاکستان کا جشن آزادی اس وقت تک ہر گز شرمندہ تکمیل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ کشمیر کا ایک بڑا حصہ بھارت کے قبضہ استبداد سے آزاد نہیں کروایا جاتا"[۱۴]

آگے چل کر شہاب علامہ اقبال کی سرپرستی میں تحریک کشمیر کی راہ نمائی مرزابشیر الدین محمود کی "کشمیر کمیٹی" کے بجائے مجلس احرار میں آنے اور پھر قادیانیوں کی متوازی خطوط پر اپنی کمیٹی چلانے اور بلا آخر احراریوں کے آگے بے بس ہو جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ اکتوبر 1931ء میں احرار کے سرکردہ قائدین نے سری نگر جا کر مہاراجہ ہری سنگھ اور اس کے وزیراعظم سرہری کرشن کول سے ملاقات اور معاملات افہام وتفہیم سے حل کرنے کی کوشش کی اور پھر مایوسی پر احراری لیڈروں نے پنجاب میں آکر "کشمیر چلو، کشمیر چلو" تحریک شروع کی۔ مجاہدین سیالکوٹ سے جموں میں داخل ہوئے جن کی بڑی تعداد کو دیکھ کر مقامی پولیس بدحواس اور بے بس نظر آئی۔ اسی طرح میرپور میں مسلمان سیاسی کارکنوں کی دن دیہاڑے شہادت ہوئی اور پھر رضاکاروں نے قرآن پاک پر حلف اٹھایا کہ دریائے جہلم پر کوہالہ پل جو کہ وادی کشمیر کے ساتھ تجارت کی واحد شاہراہ تھی، کو بند کریں گے۔ بلا آخر رضاکاروں اور مجاہدین نے کوہالہ پل کو بند کر دیا۔ اسی طرح کچھ رضاکاروں نے گورداسپور اور گجرات کی

جانب سے یلغار کی مگر ہندو آبادی کی اکثریت کے باعث کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے۔ مہاراجہ نے رضاکاروں کے حملوں اور بگڑتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر ہندوستان کی برطانوی حکومت کو مدد کی درخواست کی اور اس وقت کی حکومت ہند نے رضاکاروں کو گرفتار کرنا شروع کیا اور پنجاب کی جیلیں بھرنے لگی۔ شدید بدانتظامی اور ضروری سامان نہ ہونے کے باعث درجنوں رضاکار نمونیا میں مبتلا ہو کر وفات پا گئے۔ کئی مقامات پر جیلوں میں جگہ نہ ہونے کے باعث رضاکاروں کو گلے میں تختیاں لٹکا کر احرار کے دفتروں میں چھوڑا جانے لگا تاکہ جیل میں جگہ دستیاب ہونے پر واپس قید کیا جا سکے۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً 45 ہزار نوجوان گرفتار ہوئے۔ شہاب لکھتے ہیں:

"ریاست کے اندر اور باہر مسلمانوں کی منظم ایجی ٹیشن سے متاثر ہو کر نومبر ۱۹۳۱ء میں گلینسی کمیشن قائم کیا گیا۔ سر بی، جے گلینسی اس کے صدر اور غلام محمد عثمائی، پنڈت پریم ناتھ بزاز اور چوہدری غلام عباس اس کے ممبر تھے۔ کمیشن کے مقاصد میں ریاست کے مسلمانوں کی حالت زار کا جائزہ لے کر ان کے حقوق کی نشاندہی کرنا اور جولائی کی پولیس فائرنگ کے صحیح کوائف کی تحقیقات کرنا شامل تھا"(۱۵)

اسی کمیشن نے ریاست میں ایک قانون ساز اسمبلی قائم کرنے کی بھی پر زور سفارش کی، انگریزوں کے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کے دباؤ پر مہاراجہ ہری سنگھ نے طوعاً کراعاً یہ سفارش قبول کی اور ایک نام نہاد اسمبلی جس کے پاس کوئی اختیار نہ تھا قائم کر دی۔ ۷۵ اراکین کی اسمبلی میں ۳۳ ممبران جن میں ۲۱ مسلمان اور ۱۲ غیر مسلم انتخابات کے ذریعے لیے جاتے جبکہ بقیہ ۴۲ ممبران حکومت خود نامزد کرتی۔ اقلیتی کمیشن کے قیام کے ایک سال بعد ۱۹۳۳ء میں سری نگر پتھر مسجد میں "جموں وکشمیر مسلم کانفرنس" کی بنیاد رکھی گئی۔ شیخ محمد عبداللہ صدر اور چوہدری غلام عباس جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں شیخ محمد عبداللہ پہلی بار مسلم کانفرنس کے ٹکٹ پر منتخب ہو کر اسمبلی میں شامل ہوئے۔ سات برس تک شیخ محمد عبداللہ کی قرات اور نعت خوانی، چوہدری غلام عباس کی سادگی، خوش بیانی اور جذبات کی فروانی نے لوگوں کو مبہوت کیے رکھا اور تاریخی جلسے کیے گئے جن میں اے آر ساغر کی آتش بیانی بھی لاجواب ہوتی تھی۔ ریاستی مسلمانوں کی بیداری اور منظم ہونے پر ہندوؤں نے راشٹریہ سیوم سیوک سنگ (RSS) کو دعوت دے کر جموں اور کشمیر میں اڈے قائم کروائے۔

"چنانچہ مسلم کانفرنس کے قیام کے دو برس بعد ۱۹۳۴ میں آر، ایس، ایس نے اپنا کام شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سری نگر، جموں، میرپور، کوٹلی، سانبہ اودھم پور اور کھٹوعہ کے علاوہ دیگر کئی مقامات پر بھی اپنے اکھاڑے قائم کر لیے"(۱۶)

دوسری طرف آل انڈیا کانگریس کی قیادت اور خاص کر اس وقت کے وزیر اعظم جموں وکشمیر سر گوپال سوامی آئینگر نے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر کے شیخ محمد عبداللہ کو مسلم کانفرنس سے علیحدہ کر لیا اور جموں وکشمیر نیشنل پارٹی کی بنیاد رکھی۔ شیخ عبداللہ نے اپنے نظریہ کے ساتھ ساتھ اپنا حلیہ بھی یکسر تبدیل کر لیا۔

"لیکن یہ بات سب جانتے ہیں کہ مسلم کانفرنس کی سات سالہ بے تاج بادشاہی کے بعد ۱۹۳۹ء میں شیخ عبداللہ سیاست اسلامیہ کی ہمالیہ کی چوٹی سے لڑھک کر منہ کے بل گرے اور ہندو کانگرس کی جھولی میں دھم سے آ پڑے، زوال کے اس

عمل میں ان کے چہرے پر سجی ہوئی نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب ریش مبارک آناًفاناً غائب ہو گئی اور ان کے سر کی سج دھج ایک سرخ رنگ کی ترکی ٹوپی بھی راستے میں کہیں گر کر کانگرس کی گنگا ماتا میں ڈوب گئی "(۱۷)

برصغیر میں پاکستان کے قیام کا مطالبہ زور پکڑتے ہی ریاست کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم کانفرنس کا پلہ بھی اسی رفتار سے بھاری ہوتا گیا۔ ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مسلم کانفرنس نے ۸۰ فیصد نشستیں جیتیں، کشمیری مسلمانوں کی اس کامیابی سے خائف ہو کر ڈوگرہ حکومت نے ریاست میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی مگر راشٹریہ سیوک سنگ کو ہر طرح کے جلسے جلوس کی آزادی حاصل رہی۔ ۱۹۴۶ء میں اس پابندی کی خلاف ورزی کی کوشش پر مسلم کانفرنس کے تمام رہنما اور کثیر تعداد میں کارکن گرفتار ہوئے اور مقدمہ چلائے بغیر جیل میں ڈال دیا گیا۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کے تقسیم ہند فارمولہ میں ۵۶۲ ریاستوں کو یہ آزادی دی گئی کہ وہ اپنے جغرافیائی اور معاشیاتی حقائق کے تناظر میں پاکستان یا بھارت سے الحاق کر لیں۔ کشمیر کی طویل ترین سرحد پاکستان سے ملتی تھی۔ آبادی ۸۰ فیصد سے زائد مسلمانوں پر مشتمل تھی، واحد ریلوے لائن سیالکوٹ سے گزرتی تھی۔ تار ڈاک، تجارت، درآمدات و برآمدات حتیٰ کہ دو پختہ سڑکیں بھی پاکستان سے گزرتی تھیں مگر ان سب حقائق کے باوجود مہاراجہ ہری سنگھ اور کانگریس کا ارادہ پاکستان کے مخالف تھا۔ انہوں نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے مل کر سازشوں کا جال بننا شروع کر دیا۔ کانگریس کے صدر مسٹر جے۔ بی۔ کرپلانی فوراً کشمیر پہنچے اور مہاراجہ کے ساتھ ساز باز شروع کر دی۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد مہاراجہ نے ایک چال کے ذریعہ پاکستان سے Standstill Agreement کر لیا جس کا مقصد محض دھوکہ دہی تھا۔ ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند کے سلسلہ میں جب ریڈکلف ایوارڈ کا اعلان ہوا تو ضلع گورداس پور جو مسلم اکثریت آبادی پر مشتمل تھا بغیر کسی وجہ سے بدنیتی کے تحت بھارت کو دے دیا گیا اور اس طرح بھارت کے غاصبانہ قبضہ کی راہ ہموار ہو گئی۔

"رفتہ رفتہ اب ایسے تاریخی آثار و شواہد منکشف ہو رہے ہیں جن سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی ہے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن بذات خود اس سازش میں پوری طرح ملوث تھا"(۱۸)

پاکستان کے ساتھ Standstill Agreement کے فوراً بعد مہاراجہ ہری سنگھ نے جموں کی ساری مسلمان آبادی کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر لیا، خود مہاراجہ کی کمان میں ڈوگرہ فوج، پولیس اور راشٹریہ سیوم سیوک سنگ کے دستوں نے مسلم آبادی پر خون خوار بھیڑیوں کی طرح حملہ کر دیا۔ قتل و غارت، لوٹ مار، خواتین کی بے حرمتی اور جوان لڑکیوں کو اغواء کیا گیا جن میں خود چوہدری غلام عباس کی بیٹی بھی شامل تھی۔ بے شمار مسلمانوں کو بسوں اور ٹرکوں میں سوار کر کے اس دھوکہ سے کہ انھیں سیالکوٹ کی جانب سے پاکستان کی سرحد پر پہنچایا جائے گا، راستہ میں پولیس کی نگرانی میں آر ایس ایس کے درندوں نے بے دردی سے شہید کر ڈالا، جموں کی اکثریت مسلم آبادی کا صفایا کرنے کے بعد پونچھ کا رخ کیا گیا۔ مسلمانوں کے قتل عام اور ڈوگرہ حکومت کے ظلم و جبر کی اطلاع پر ریاست بھر کے مسلمانوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ مجاہدین نے اپنی مدد آپ کے تحت ایک گوریلا جنگ شروع کر دی۔ ان جنگی کارروائیوں کے نتیجے میں پونچھ کا بیشتر علاقہ آزاد کر لیا گیا، بے سروسامانی، اسلحہ کی

شدید کمی، راشن کی قلت اور بے شمار دیگر مسائل کے باوجود ان مجاہدین نے اپنے سے کئی گنا بڑے مضبوط اور اسلحہ سے لیس دشمن سے دن رات لڑ کر آزادی حاصل کی۔ قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں:

"بادوباراں کے طوفان میں وہ کئی کئی روز اپنی خندقوں میں بھوکے پیاسے پڑے رہتے تھے۔ ان کے معصوم بچے یا ان کی مائیں، بہنیں اور بیویاں اپنے سروں پر راشن لاد کر کئی کئی میل پاپیادہ چلتی تھیں، اور دشمن کی نظر بچا کر اپنے لڑنے والے مجاہدوں کو رسد کا سامان پہنچا دیا کرتی تھیں۔ برفباری کے دنوں میں پاؤں میں صحیح جوتے نہ ہونے کی وجہ سے کئی مجاہدوں اور رسد لے کر آنے جانے والے بچوں اور خواتین کے پاؤں متورم ہو کر لہولہان ہو جاتے تھے لیکن ان کے دل میں بھڑکنے والا جہاد کا شعلہ کبھی مدھم نہ پڑتا تھا"(۱۹)

آزاد کردہ علاقہ کے نظم و نسق سنبھالنے کے لیے ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اپنی حکمرانی کی بساط کو الٹتے دیکھ کر مہاراجہ کو اب جہلم وادی جہاں کی ۹۵ فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل تھی، کی فکر لاحق ہو گئی۔ یہاں پر آباد قبائل نے بھی مزاحمت کا آغاز کر دیا تھا، مظفر آباد اور ٹیٹوال وغیرہ سے لوگوں نے اپنے بال بچوں کو محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان کے مختلف علاقوں میں منتقل کیا تو قبائلی علاقوں میں بھی ریاستی مسلمانوں پر برپا قیامت کا چرچا عام ہوا تو پٹھان قبائلیوں نے کشمیر کا رخ کیا، مظفر آباد کو فتح کرتے ہوئے مجاہدین بارہ مولا پہنچ گئے۔ وہاں سے ڈوگرہ اور آر ایس ایس کے لوگ بھاگ گئے مگر بارہ مولا میں لوگوں کا قتل عام کر کے گھروں کو نذر آتش کر دیا۔ حتیٰ کہ ہسپتال میں داخل مریضوں کو بھی نہ بخشا گیا۔ شہاب لکھتے ہیں:

"بارہ مولا کا شہر ملبے کا ڈھیر بنا پڑا تھا۔ وہاں سے سری نگر فقط ۳۵ میل دور تھا۔ آگے کی جانب سے سڑک بالکل صاف تھی۔ دشمن کی طرف سے اب کسی مقام پر کسی قسم کی مزاحمت کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔ مجاہدین کا لشکر فتح و نصرت کے ڈنکے بجاتا بارہ مولا تک آ پہنچا تھا۔ اب فقط چند گھنٹوں میں وہ آگے بڑھ کر سرینگر کے ہوائی اڈے کو قبضے میں لے کر اس مظلوم ریاست کے مسلمانوں کی تاریخ کا دھارا بدل سکتا تھا۔"(۲۰)

جب سرینگر اندھیرے میں ڈوب گیا تو مہاراجہ کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ وہ اپنے محلات کا بیش قیمت سامان آٹھ دس ٹرکوں میں لاد کر راتوں رات بانہال کے راستے جموں کی طرف فرار ہو گیا۔ اس کے بعد مہاراجہ نے بھارت سے مدد کی درخواست کی اور اس کے جواب میں بھارتی حکومت نے دھمکی دی کہ اگر اس نے فوری طور پر ہندوستان سے الحاق نہ کیا تو اس کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی جس پر مہاراجہ نے گھٹنے ٹیک دیئے اور الحاق کی درخواست پر دستخط کر دیئے جس کے فوراً بعد بھارتی فوج ہوائی جہازوں کے ذریعے سرینگر کے ہوائی اڈے پر اُترنا شروع ہو گئی۔ بھارت نے پہلے سے جنگی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ الحاق محض ایک بہانہ تھا۔ شہاب لکھتے ہیں:

"سرینگر کے ہوائی اڈے پر بھارتی افواج، اسلحہ اور ٹینک انڈین ایئر فورس کے جہازوں سے برآمد ہوتے ہی آزادیٔ کشمیر کی جنگ کا پانسہ اچانک پلٹ گیا۔ مجاہدین کے لشکر کا زیادہ حصہ دو روز سے خواہ مخواہ بارہ مولا میں اٹکا ہوا تھا۔ اگر اس لشکر کا تھوڑا سا حصہ بھی یلغار کر کے سرینگر ایئر پورٹ پر قابض ہو جاتا تو بھارتی فوج وادی کشمیر پر تسلط جمانے میں کسی طرح بھی

کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔اس کے بر عکس مجاہدین کی ہمت ٹوٹ گئی، ان میں ایک طرح کی بھگدڑ مچ گئی اور وہ انتہائی غیر منظم طور پر اپنے اپنے علاقوں کی طرف واپس لوٹنا شروع ہو گئے۔"(۲۱)

اس کے بعد شہاب نے مجاہدین کی کارروائیوں میں تاخیر اور جیتی ہوئی جنگ ہارنے کے اسباب تحریر کیے ہیں جن میں بعض لوگوں کی ہوس اقتدار، اپنوں کی غداریاں، قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں اور دیگر وجوہات شامل ہیں۔ اس کے بعد بھارتی حکومت اور خاص طور پر پنڈت جواہر لال نہرو کی مکاری، عیاری اور شاطرانہ چالوں نے کشمیر کے مسئلہ کو الجھانے کے لیے کبھی UNO اور سلامتی کونسل میں لے گئے اور کبھی الحاق کو عارضی اور وقتی کہہ کر دنیا کو دھوکہ دیتے رہے۔ اس کے بعد قدرت اللہ شہاب نے جہاں بھارت کی بے جا مداخلت اور کانگریسی لیڈروں کی کشمیر کے حوالہ سے دل چسپی کا ذکر کیا ہے وہیں پاکستان کی جانب سے اس معاملہ پر لاتعلقی اور بے خبری کو بھی زیر بحث لایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"بھارتی افواج تو کشمیر میں ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی صبح سے داخل ہونا شروع ہوئی تھیں لیکن ہمارے جی۔ ایچ۔ کیو کو ان کے اس ارادے کی خبر ایک رات قبل ہی مل چکی تھی۔ یہ اس طرح کہ لاہور ایریا ہیڈ کوارٹر نے بھارتی پیراشوٹ بریگیڈ کا ایک خفیہ پیغام راستے ہی میں پکڑ کا اس کے رموز پڑھ لئے تھے اور اسے فوراً اپنے جی۔ ایچ۔ کیو تک پہنچا دیا تھا۔ اس روز قائداعظم لاہور ہی میں موجود تھے، لیکن کسی نامعلوم وجہ سے کشمیر میں ہندوستانی فوجوں کے حملے کی خبر انہیں اسی روز شام کے وقت سنائی گئی"(۲۲)

اس کے بعد قدرت اللہ شہاب نے آزاد کشمیر حکومت کے قیام، اپنی آزاد کشمیر کے لیے خدمات اور پھر تفصیل سے آزاد کشمیر آنے جہاں کے نامساعد حالات، کابینہ کے مختلف اراکین اور مختلف سرکاری محکموں کے سربراہان وغیرہ کا تعارفی خاکہ اور تعلیمی قابلیت کا ذکر کیا ہے اور جنگ بندی کے بعد خود کے مایوس ہونے اور پھر وزیر امور کشمیر نواب مشتاق احمد گورمانی صاحب کی ناراضی کا احوال بتاتے ہیں اور پھر بالآخر ان کا تبادلہ کراچی میں وزارت اطلاعات و نشریات میں کر دیا جاتا ہے۔ شہاب لکھتے ہیں:

"۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد کشمیر حکومت کے قیام کی خبر سنتے ہی میں فوراً چوہدری محمد علی سیکرٹری جنرل کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ مجھے فوراً تراڑ خیل روانہ ہونے کی اجازت عطا فرمائی جائے تاکہ میں اس نئی حکومت کی کوئی خدمت بجا لا سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ کشمیر کی جنگ آزادی میں پاکستان کی حکومت کسی طرح بھی ملوث ہونے کا الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتی۔ تم پاکستان کی ایک اہم سروس کے سرکاری ملازم ہو۔ اس لئے تم آزاد کشمیر نہیں جاسکتے۔ میں نے گذارش کی کہ آپ میرا استعفیٰ لے کر اپنے پاس رکھ لیں۔ اگر کسی وقت آزاد کشمیر میں میری موجودگی میں حکومت پاکستان کے لئے کسی الجھن یا پریشانی کا باعث بنے تو آپ بے شک میرا استعفیٰ منظور کر کے مجھے اپنی ملازمت سے دست بردار سمجھ لیں۔ چوہدری صاحب مسکرائے اور بولے۔ "جذباتی نہ بنو۔ پاکستان بھی صرف دو ڈھائی ماہ پہلے وجود میں آیا ہے۔ یہاں پر بھی خدمت کی بہت گنجائش ہے"۔(۲۳)

آزاد کشمیر حکومت کا پہلا ہیڈ کوارٹر جنجال ہل پلندری میں قائم کیا گیا تھا اور پھر مظفر آباد اس حوالہ سے قدرت اللہ شہاب لکتے ہیں:

"جنجال ہل ایک نہایت ہی پر فضا مقام تھا اور طرح طرح کے سر سبز درختوں کے گھنے جنگل میں گھرا ہوا تھا۔ آس پاس ایک دو پہاڑی جھرنے تھے، جن کی ہلکی ہلکی، مدھم مدھم سی موسیقی دن رات اپنی تانیں اڑاتی تھی۔ دفتروں کے کمرے روایتی سازوسامان سے بڑی حد تک محروم تھے۔ فائلوں کے لیے نہ زیادہ الماریاں تھیں نہ شیلف۔ عام طور پر پتھر کی سلوں کو ہموار رکھ کر ان سے کام لیا جاتا تھا۔ موسم کے لحاظ سے باہر درختوں کے سائے میں بیٹھ کر دفتری کام کرنے کا رواج بھی عام تھا۔ دن بھر بھارت کے بمبار طیارے ہمارے اوپر سے یا دائیں بائیں پرواز کرتے ہوئے گزرتے تھے اور اپنے نشانوں پر اندھا دھند بم برسا کر خراماں خراماں واپس لوٹ جاتے تھے۔ ہماری جانب سے ان کی مزاحمت یا روک تھام کا کوئی بندوبست نہ تھا"۔ جنگ بند ہوتے ہی ہم نے حکومت آزاد کشمیر کا ہیڈ کوارٹر جنجال ہل (تراڑ کھیل) سے مظفر آباد منتقل کر لیا۔ کچھ دفاتر پرانی ضلع کچہری کے چند ٹوٹے پھوٹے کمروں میں سما گئے۔ باقی دفتروں کے لئے اسی عمارت کے احاطے میں بہت سے خیمے نصب ہو گئے۔ قریب ہی ایک ٹیلے پر سرکاری ملازموں کے لئے خیموں کی ایک رہائشی کالونی بھی وجود میں آ گئی۔ ان سب کے لیے ایک مشترکہ باورچی خانہ تھا اور سب کے لئے کھانے کا ایک بڑے خیمہ میں مشترکہ بندوبست تھا"[۲۴]

قدرت اللہ شہاب نے مسئلہ کشمیر کے پس منظر میں کانگریسی لیڈروں خاص طور پر پنڈت جواہر لال نہرو کی چالاکیوں، چالبازیوں اور خارجہ امور میں دھوکہ دہی کو نمایاں کیا ہے۔ انہوں نے نہرو کے دورہ پاکستان کے دوران بھی کشمیر اور قضیہء کشمیر کو تحریر کیا ہے۔ جب جموں کے ایک آئی سی ایس آفیسر ٹی، این، کول کا ذکر آنے اور ہندوستانی آفیسر کی جانب سے جواب پر نہرو نے شہاب کی آفیسر مذکور میں دلچسپی کی وجہ پوچھی تو ہندوستانی آفیسر نے پنڈت کو بتایا کہ شہاب نے بھی جموں کول کالج سے تعلیم حاصل کی ہے جس پر پنڈت نہرو اور شہاب کی گفتگو کا احوال درج ہے۔ شہاب لکھتے ہیں:

"ہماری باتوں کی کچھ بھنک پنڈت جی کے کانوں میں بھی پڑ گئی۔ انہوں نے گردن موڑ کر ہماری جانب دیکھا اور اپنے افسر سے مخاطب ہو کر بولے۔ "یہ آپ دونوں کے درمیان ٹی۔ این۔ کول کا تذکرہ کیسے آ گیا؟" ہندوستانی افسر نے انہیں بتایا کہ میں بھی جموں میں کول کے کالج ہی میں پڑھ چکا ہوں۔ پنڈت جی مسکرائے اور بولے۔ "ان کو بھی تو کبھی کشمیر آنے کی دعوت دو۔ ہماری طرف سے خاطر تواضع میں کوئی کمی نہ ہو گی۔" میں نے نہایت احترام سے گزارش کی۔ "سر، اگر آپ کی توجہ سے کشمیر کا مسئلہ ہی حل ہو جائے، تو اس سے بڑی خاطر تواضع اور کیا ہو سکتی ہے؟" یہ سنتے ہی پنڈت جی کے تیور بگڑ گئے، جیسے ان کے منہ میں زبردستی کڑوی گولیاں ٹھونس دی ہوں۔ انہوں نے بے اعتنائی سے گردن گھمائی اور دوسری جانب منہ موڑ کر بیٹھ گئے۔"[۲۵]

قدرت اللہ شہاب نے "شہاب نامہ" میں کشمیر کا تاریخی، سیاسی، سماجی، تہذیبی، معاشرتی اور مذہبی ذکر بڑے خوب صورت اسلوب، منفرد پیرائے اور اتنے جامع انداز میں کیا ہے کہ اس پر ایک مکمل کتاب تحریر کی جاسکتی ہے۔ کشمیر، بھارتی حکومت اور کانگریسی قیادت کی سرگرمیوں بالخصوص پنڈت جواہر لال نہرو کو زیر بحث لایا ہے۔ کشمیر کے باریک بینی سے تذکروں سے یقیناً دنیائے ادب میں کشمیر کی تاریخی، سیاسی، تہذیبی و ثقافتی اور تمدنی وقار میں اضافہ کے ساتھ ساتھ کشمیر کے رسوم و رواج اور روایات کا خوب صورتی سے بیان شہاب نامہ کو انفرادیت عطا کرتا ہے۔ شہاب نے کشمیر کی تہذیب و ثقافت کے ساتھ ساتھ

ان ساری گھریلو دستکاریوں اور ہنر مندی کے نمونوں کا ذکر کیا ہے جو کشمیری روایت و تمدن کا خاصا ہیں۔ کانگڑی کی سلگتی آگ کے راکھ ہونے اور گھروں میں محسبوس بوڑھی جوان عورتوں کی فنکاری اور ان کے اندر ہجر و فراق، تنہائی، فرقت کے کرب ا، للہ عارفہ اور حبہ خاتون کے درد بھرے گیتوں اور نغموں سے اپنے دکھوں کو بیان کرنے کا سماں ایک المیہ کے انداز میں بیان کیا ہے۔ کشمیریوں پر اس دور کے عائد کردہ جابرانہ اور ظالمانہ ٹیکس، حکومتی اہلکاروں اور کارندوں کے جبر و استحصال کا ذکر بھی کیا ہے۔

حوالہ جات

1. اعجاز احمد، "اردو ادب میں کشمیر"، مقالہ برائے پی، ایچ ڈی (اردو) شعبہ اردو، یونورسٹی اورینٹل کالج لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۴۵
2. احمد فاروق مشہدی، ڈاکٹر، "کچھ ذکر قدرت اللہ شہاب کا" مشمولہ: https://www.humsub.com.pk
3. قدرت اللہ شہاب، "شہاب نامہ"، اشاعت یازدہم، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز چوک اردو بازار، ۱۹۹۲ء)، ص ۱۴۴
4. بلال احمد، "قدرت اللہ شہاب اور ان کی کتاب شہاب نامہ"، (نئی دہلی: شعبہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ، اردو ریسرچ جرنل شمارہ نمبر ۱۲، ۲۰۱۷)، ص ۱۱۵۔۱۲۵
5. قدرت اللہ شہاب، "شہاب نامہ"، ص ۴۶
6. بلال احمد، "قدرت اللہ شہاب اور ان کی کتاب شہاب نامہ"، ص ۱۴۴
7. قدرت اللہ شہاب، "شہاب نامہ"، ص ۴۷
8. ایضا، ص ۹۸
9. ایضا، ص ۱۱۰۔۱۱۱
10. ایضا، ص ۱۱۱
11. ایضا، ص ۱۱۰
12. ایضا،، ص ۱۱۲
13. ایضا، ص ۱۱۷

14. ایضا،ص۳۵۵

15. ایضا،ص۲۴۴

16. ایضا،ص۳۵۵۔۳۵۶

17. ایضا،ص۳۷۲

18. ایضا،ص۳۷۴

19. ایضا،ص۳۷۶

20. ایضاً،ص۱۲۳

21. ایضا،ص۳۷۹

22. ایضا،ص۳۸۲-۳۸۳

23. ایضا،ص۳۸۶

24. ایضا،ص۳۸۸

25. ایضا،ص۔۳۸۸